اسلامی مسلمات کے بارے میں متجدد فکر کا آغاز مابعد فکر سرسید کے اثرات کا تنقیدی جائزہ

Rethinking Islamic Modernity: Assess the Post – Sir Syed Era's Impact on Contemporary Islamic Thought.

Samreen Akram
PhD Scholar, Islamic Studies Department, Govt. College University Faislabad:samreenakram97@gmail.com
Prof. Dr. Humayun Abbas
Dean, Faculty of Islamic and oriental learning Govt. College University Faisalabad:rhumayunabbas@gcuf.edu.pk

Abstract :

This article examines the evolution of modern Islamic thought in the post Sir Syed's era tracing the intellectual and ideological trajectories reforsed through a critical analysis of key thinker, movements and debates. This study assesses the complex legacies of Sir Syed's modernist project, including its impact on Islamic education, theology and politics. By investigating the tensions between continuity and change, this research provides insight into the ongoing struggles to redefine Islamic identity, authority and practice in the contemporary era. It also sheds light on Sir Syed Ahmad Khan' the point of view about the accepted facts of Islam and its teachings. There are some facts that are denyed by Sir Syed Ahmad.

Keywords:Islamic Modernity, Post-Syed Era, Contemporary Islamic Thoughts, Intellectual Trajectories, Ideological Debates, Islamic Education

ہمارے عالم، دانشور اور مفکرین جب کسی شخصیت پر تبصرہ اور تنقید کی غرض سے قلم اٹھاتے ہیں تو عام طور پر اپنی پسندیدہ شخصیت کی تعریف اور کارناموں کے بارے میں ایسے خوبصورت اور مدبرانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ اس کی خامیوں کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ تبصروں اور مضامین میں اعتدال پسندی کے ساتھ ساتھ معروضیت کا عنصر غالب رہنا چاہیے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی معاشرے ارتقائی منازل سے گزر کر بنتے ہیں اور ان حالات میں پیچیدگیاں ایک فطری امر ہے۔ ان کے اندر اختلافات اور تضادات کی زیادتی ہو سکتی ہے اسی لیے ضروری ہے کہ جس شخصیت کو سمجھنا ہو اس کے ارد گرد کے پہلوؤں کے بارے میں آگاہی ضروری ہے۔ جس طرح سے قوس و قزح میں کئی رنگ ہوتے ہیں اسی طرح سے ایک فرد کے اندر بھی مختلف طرح کے افکار رجحانات اور جذبات وقت کے ساتھ ساتھ رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ اس لیے تحقیق کے دوران مصروفیت کا پہلو غالب رہنا چاہیے۔ ایسی ہی عظیم شخصیت 19 ویں صدی کے عظیم مفکر سرسید احمد خان ہیں۔ وہ نہ صرف ایک مفکر بلکہ ایک مصلح مدبر معلم ادیب صحافی بہترین انشاء پرداز غرض ان میں متعدد جہات مجتمع تھیں۔

انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ ہندوستانی قوموں کے لیے بھی خیر خواہی کے کام کیے۔ وہ اپنی تہذیب و معاشرت کے محافظ کے طور پر بھی اور مذہب کے داعی اور جدیدیت کے علمبردار ہونے کے بھی فرائض بخوبی ادا کیے۔ ان کا یہ کمال تھا کہ انہوں نے اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے عہد کے لوگوں اور آنے والی نسلوں کے لیے وہ نقوش چھوڑے جس پر چل کر وہ دور اور دیر تک اپنے لیے کامیابی کی راہیں ہموار کر سکتے ہیں۔ جہاں پر کسی کام کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں کوئی غلط فہمی گھر کرتی تو اس کی وضاحت کے لیے اور اپنی سوچ لوگوں تک پہنچانے کے لیے سرسید احمد خان نے خطبات مقالات اور مضامین کا سہارا لیا۔ یہ سرسید احمد خان کی انفرادیت ہے کہ جس راہ پر بھی قدم رکھا کامیابی حاصل کی۔ بہت سے جدید رجحانات متعارف کروائے اور حقیقت پسندی کو فروغ دیا۔ ادیبوں اور شعراء انشاء پردازی میں بھی جدید جہات متعارف کروائیں۔ اس دور کے موجودہ مسائل کی طرف توجہ دلائی۔ ہر قسم کے مضامین پر کچھ نہ کچھ لکھا اور انہوں نے بے جا استعارات و تلمیحات کا سہارا انہیں لیا بلکہ اپنی باتوں کو صاف گوئی اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ ہر سطح کا آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ (1)

---

[1] عبدالحق، ڈاکٹر، مطالعہ سرسید احمد خان، علی گڑھ، انڈیا: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۸ء، ص ۱۲

Abdual Ḥaq, Dr., Mutālah Sir Sayed Aḥmad khān, Alīgaṛh: India Educational Book House, 1998, p.12

سر سید نے مسلمانوں کے رجعت پسند فطری قوانین سے لاعلم مذہبی شدت پسندوں جذباتی طیش بازوں ابن الوقت سماجی بازیگروں اور سائنسی ارتقا کے جاہل دشمنوں کے خلاف بڑی جنگ لڑی۔ اگر انسان اس جنگ کی تفصیلات پڑھے تو دنگ رہ جائے اور اللہ کی ہستی پہ اس کا ایمان اور پختہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ سوچتا ہے یہ مرتبہ رب عظیم کی منظوری اور اعانت کے بغیر کسی کو مل ہی نہیں سکتا۔ سر سید احمد خان نے جو کچھ لکھا منافقت ریاکاری اور بے دریغ ہو کر لکھا۔ اگرچہ ان کے بعض مخصوص مذہبی اعتقادات سے بے شک اختلاف کی گنجائش موجود رہی لیکن محض اس وجہ سے ان کے خلوص اور ان کے قومی ہمدردی کے جذبے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی بعض باتوں میں اختلاف کے باعث ان کو دین سے برگشتہ اور اسلام سے منحرف قرار دیا جا سکتا۔ حضور اکرم ﷺ کی جیسی عظمت ان کے دل میں تھی شاید بڑے سے بڑے علماء کرام کے دلوں میں بھی اتنی نہ ہو۔[2]

برصغیر میں سر سید احمد خان نے جہاں جدیدیت کی اصطلاح سے متعارف کروایا اس سلسلہ میں انہوں نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان مفاہمت کی راہ ہموار کرنے کے لیے بائبل کی تفسیر لکھی اور رسالہ احکام وبعام اور دوسرے بہت سے مضامین بھی جو ان کے درمیان تعلقات کو خوشگوار بنا سکے اور اس کے علاوہ قرآن کی تفسیر وتاویل کو بھی اس رنگ میں رنگنے کی کوشش کی تاکہ اسلام اور سائنس کے درمیان تصادم کی صورت پیدا نہ ہو اور اسے سائنسی اصولوں کے مطابق تطبیق دی جا سکے۔ سر سید احمد خان خدا کی وحدانیت پر مکمل یقین رکھتے تھے اور اسی کو قادر مطلق سمجھتے تھے۔ سر سید کا عقیدہ ہے۔

> ” کلام الٰہی(Word of God)اور فعل الٰہی (Work of God) ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔ فطرت(Nature) فعل الٰہی ہے اور قرآن مجید کا کلام کلام الٰہی (Work of God) چنانچہ فطرت اور کلام الٰہی ایک دوسرے سے قطعی ہم آہنگ ہیں۔“[3]

---

[2] دیوا، ڈاکٹر محمد فاروق، سر سید اور شبلی، تعلیمی اور سماجی خدمات کا تقابلی مطالعہ، سری نگر: گلشن پبلشرز، ۱۹۹۹ء، ص ۴۰۔۴۱

Dāiwā, Muaḥmmad Farūq, sir Sayed aur Shibli, Tlīmī aur Samājī Khidmāt ka Taqābali Mutāla, Srinagar: Gulshan Publissherz, 1999, pp. 40-41

[3] صدیقی، محمد یٰسین مظہر، سر سید اور علوم اسلامیہ، علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۱ء ص ۷

سرسید احمد خان حضور ﷺ کی اطاعت کے قائل تھے ان کی سنت پر عمل کرنا واجب ہے اس کے علاوہ سر سید کی حضور ﷺ سے بہت زیادہ محبت اور عقیدت کا یہ اظہار ہے کہ جب انہوں نے ولیم میور کی کتاب The life of Muhammat لکھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک میں گستاخی کی گئی۔ سرسید اس کتاب کو دیکھ کر بہت بے چین ہوئے تو ولیم میور کی کتاب کا جواب لکھنے کے لیے لندن روانہ ہوئے۔ اس وقت سر سید احمد خان کے پاس وسائل کی بھی کمی تھی لیکن رسول اکرم ﷺ پر کیے گئے عیسائی کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے سارا ساز و سامان بیچ دیا اور یہاں تک کہ ادھار بھی لیا۔ سرسید چاہتے تو اپنی زندگی کو پرسکون اور عیش و آرام سے گزار سکتے تھے لیکن سرسید نے اپنی بجائے اجتماعی فلاح و بہبود کو فوقیت دی۔[4]

جہاں سرسید نے عقلیت کو فروغ دیا اور سائنسی طرز فکر کو اہمیت دی اور ضمیر فکر کو فروغ دیا سرسید کے لیے نیچری ہونے کا لقب استعمال کیا گیا۔ سرسید کے بعد میں آنے والے مفکرین اور مفسرین نے بنیادی طور پر سرسید کے نقطہ نظر کو بنیاد بنایا اور پھر اس میں کئی چیزوں کا اضافہ کرتے ہوئے اسلامی مسلمات سے سرے سے ہی انکار کر دیا۔ اس مقالے میں جن تین پہلوؤں سے اسلامی مسلمات کے بارے میں متجدد فکر اور اس سے انکار کی وضاحت کی گئی ہے۔

(الف) انکار حدیث کی راہ ہموار کرنا

(ب) مطالعہ استغراب کا رجحان

(ج) اساسیات و مسلمات دین کی تشریح و تاویلات

(الف) انکار حدیث کی راہ ہموار کرنا

قرآن اللہ تعالی کی نازل کردہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں دنیا کی ابتدا سے لے کر نہ صرف قیامت تک بلکہ بعد کی زندگی کے حالات کے بارے میں وضاحت فرما دی گئی۔ جو باتیں مبہم تھیں ان کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے اپنے اللہ کے حکم سے فرما دی۔ اس لیے جس طرح سے قرآن اللہ کا کلام ہے جیسا کہ ارشاد پاک ہے کہ "اس کتاب میں کوئی شک نہیں" اسی طرح سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں بھی اللہ تعالی فرماتا ہے جس کا مفہوم ہے کہ "نبی کریم

Ṣāduqī, Muḥammad Yāsīn, Maẓāhir, Sir Sayyid aur ʿUlūm-e Islāmiyyah , Alīgraṛh: Muslim University Press, 2001, p.7

[4] پانی پتی، محمد اسماعیل، سفر نامہ مسافران لندن، علی گڑھ، انڈیا: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۲۰۰۹ء، ص ۱۲

Pāni Pāatti, Muḥammad Ismāil, Safarnāmah Musāfir in Landon, Alīgaṛh, India: Alīgaṛh Muslim University, 2009, p.12

ﷺ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں فرماتے مگر سوائے اس کے جو اللہ کا حکم ہے"۔ یعنی آپ ﷺ سوائے حق بات کے کچھ نہیں فرماتے۔ اس لیے اللہ تعالی کی طرف سے نازل کی گئی وحی کے مطابق حضور ﷺ نے آئندہ زمانے کے مختلف فتنوں کے بارے فرمادیا جس کی تفصیلات مختلف احادیث سے ثابت ہوتی ہے۔ انکار حدیث کے فتنے کے بارے میں بھی حضور ﷺ نے پیشین گوئی کردی تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا أُلْفِينَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يأْتِيهِ أَمر مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيتُ عَنْهُ فَيقُولُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاهُ"[5]

" میں تم میں سے کسی کو ایسا کرتے نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسہری پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور جب اس کے سامنے میرے احکامات میں سے کسی بات کا امر یا کسی چیز کی ممانعت آئے تو وہ کہنے لگے کہ میں کچھ نہیں جانتا ہم تو جو قرآن مجید میں پائیں گے اسی کو مانیں گے۔"

نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی چنانچہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں انکار حدیث کے فتنوں کی ابتدا ہوئی۔

خوارج اور معتزلہ کا انکار حدیث

دوسری صدی میں سب سے پہلے انکار حدیث کا فتنہ خوارج اور معتزلہ کی مرہون منت شروع ہوا اور خوارج کو ان کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ جو وہ مسلم معاشرے میں انار کی پھیلانا چاہتے تھے۔ اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ رسول ﷺ کی ذات مبارکہ تھی اور خوارج کے انتہا پسند نظریات نہ چل سکتے تھے، نہ ہی آگے بڑھ سکتے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں تمام معاشرہ ایک نظم و ضبط پر قائم تھا۔ معتزلہ کو اس لیے ضرورت پیش آئی کہ وہ یونانی فلسفیوں کو اسلامی عقائد اور احکام کے بارے میں جو شکوک و شبہات پیش آئے معتزلہ ان

---

[5] ولی الدین تبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، بیروت، لبنان، المکتب الاسلامی، ۱۹۸۵ء، الفصل الثانی، رقم الحدیث ۱۶۲

Walī al-Dīn Tabrīzī, Muḥammad ibn Abdullāh, Mishkāt- al- Maṣābīḥ, Kitāb al-īmān, Bāb al- tiṣām bi-l-Kitāb wa-l-Sunnah, Bayrūt: al- Maktabah al- Islāmīyah, 1995, AlFasal al-Thānī, Raqam Al-Hadīth 162.

کو سوچے سمجھے بغیر حل کر دینا چاہتے تھے۔ خود ان فلسفیوں کو یہ بصیرت حاصل نہیں ہوئی کہ وہ خود ان کا تنقیدی جائزہ لے کر ان کی صحت و سقم کو جانچ سکیں۔ انہوں نے ہر اس بات کو جو فلسفہ سے آئی یہ کوشش کی کہ اسلام کے عقائد اور نظریات اور اصولوں کی ایسی تعبیر کی جائے کہ وہ نام نہاد عقل کے تقاضوں کے مطابق ہو جائے۔ اس راہ میں پھر سنت حائل ہوئی اس لیے معتزلہ نے بھی خوارج کی طرح حدیث کی حجیت سے انکار کر دیا۔[6]

خوارج اور معتزلہ کے فتنے زیادہ دیر تک نہ چل سکے ان فتنوں کے زوال کے مختلف اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ فتنے کی تردید میں وسیع تحقیقی کام نہ کیا گیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "الرسالہ" اور کتاب "الام" میں اس فتنے کا رد پیش کیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل ایک جزو لکھا جس میں رسول ﷺ کی اطاعت کے اسباب کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفکرین حدیث کے نظریات کی تردید کی گئی۔ اس کے علاوہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد ابراہیم الوزیر نے بھی فتنہ کے رد میں دلائل دیئے۔ دوسری صدی ہجری سے لے کر صدیوں بعد تک اسلامی دنیا میں کبھی فتنہ انکار حدیث کی تحریک نہیں اٹھی اور یہ فتنہ مکمل طور پر ختم ہو گیا۔ انیسویں صدی عیسوی میں دوبارہ سے انکار حدیث کا فتنہ اٹھا اس وقت اس فتنے کا مرکز عراق تھا اور بعد میں انیسویں صدی میں ہی برصغیر پاک وہند میں بھی اس فتنے نے سر اٹھایا۔

فتنہ انکار حدیث کا برصغیر میں آغاز

برصغیر میں ۱۹ ویں صدی عیسوی میں انکار حدیث کی ابتدا کن لوگوں نے کی؟ منکرین حدیث کے مشہور سلسلے کون کون سے ہیں؟ انکار حدیث کے فتنے کو کس نے فروغ دیا؟ ان سب سوالوں کے جوابات میں بہت سے محدثین نے اپنی آرائیں دیں۔ یہاں بعض کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔

ا۔ مولانا ثناء اللہ امر تسری

جو حجیت حدیث پر علمی و تحقیقی کام اور منکرین حدیث سے مختلف مناظروں کے حوالے سے کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں انکار حدیث کی آواز اٹھانے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلے سر سید احمد خان نے حدیث کی حجیت سے انکار کے لیے آواز اٹھائی۔ ان کے بعد مولوی عبداللہ چکڑالوی نے سر سید کا اتباع

---

[6] ٹونکی، ولی حسن، اس دور کا عظیم فتنہ، کراچی: مکتبہ حکیم الامت، ۲۰۰۷ء، ص ۲۲

Ṭūnkī, Walī Ḥasan, Is Daur Ka Fitnah, Karāchī: Maktah Ḥakīm al- Ummat, 1997, p 22.

کیا۔ سر سید حدیث کا احترام کرتے تھے اور حدیث کی حجیت کے لیے نکات بیان کرتے تھے لیکن عبد اللہ چکڑالوی نے ان سے آگے حدیث نبوی سے ہی مکمل انکار کر دیا۔[7]

۲۔ مولانا محمد تقی عثمانی

مولانا تقی عثمانی کے مطابق سب سے پہلے سر سید احمد خان نے بر صغیر میں حدیث کی حجیت کے خلاف اواز اٹھائی اس کے بعد ان کے ساتھی مولوی چراغ علی نے اعتراض کیا۔ لیکن انہوں نے مکمل حدیث سے انکار نہیں کیا جو کوئی اپنے مفاد میں نظر آتی اس کو صحیح تسلیم کرتے اور جو حدیث ان کے کسی عقائد کے خلاف حجت پیش کرتی۔ چاہے وہ کتنی ہی اسناد کے لحاظ سے موضوع ہو اس سے یہ کہہ کر انکار کر دیتے کہ یہ زمانے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی۔ مثال کے طور پر تجارت میں سود کو حلال، معجزات کا انکار، پردے سے انکار، مغربی نظریات کو تجدید کی اصطلاح بنا کر اختیار دیا گیا اور اسی بات کو لے کر عبد اللہ چکڑالوی آگے بڑھا اور خود کو اہل قرآن کہلوانے لگا۔ انکار حدیث کا بانی عبد اللہ چکڑالوی تھا اور اس کے بعد اس فتنے کو جیراج پوری نے اہل قرآن سے ہٹا کر اس فتنے کے نظریے کو اور آگے بڑھایا اور پھر آگے کی بھاگ دوڑ غلام احمد پرویز کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ غلام احمد پرویز نے اسے ایک منظم نظریہ اور مکتب کی شکل دے دی۔ اس کی تحریر میں کشش تھی۔ اس نے نوجوان نسل کو اپنی طرف کھینچا اس لیے سب سے زیادہ ترقی انکار حدیث کے فتنے کو غلام احمد پرویز کے دور میں ملی۔[8]

۳۔ مولانا مودودی

مولانا مودودی کے مطابق انیسویں صدی عیسوی میں اس فتنے کا آغاز عراق سے اور بر صغیر میں اس کی ابتدا کرنے والے سر سید احمد خان تھے۔ پھر مولوی چراغ علی اس کے بعد عبد اللہ چکڑالوی اس فتنے کے علمبر دار بنے۔ اس

---

[7] امر تسری، ثناء اللہ، حجیت حدیث اور اتباع رسول ﷺ، ہندوستان: امر تسری کتب خانہ، ۱۹۲۹ء، ص ۱

Amr Tasrī, Thanā Allāh, Hujjat Al-Hadīth aur Itbā Rasūl Allāh Ṣallā Allāh Alayhi wa Sallam, Hindūstān: Amr al-Tasrī Kitābkhānah, 1929, p.1

[8] عثمانی، محمد تقی، درس ترمذی، کراچی، : مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۹۸۰ء، ص ۲۴

ʿUthmānī, Muḥammad Taqī, Dars al- Tirmidhī, Karāchī: Maktabah Dār al-ʿUlūm Karāchī, 1980 , P : 24

کے بعد مولوی احمد الدین امر تسری اور ان کے بعد کا سہرا اسلم جیراج پوری کے سر ہے۔ آخر کار اس نظریے کی ریاست چوری غلام پرویز احمد نے قائم کی جس نے اس کو انتہا تک پہنچا دیا۔[9]

۴۔ عبدالقیوم ندوی

عبدالقیوم ندوی کی رائے میں حجیت حدیث کا کھلا انکار مولوی عبداللہ چکڑالوی نے کیا۔ اس سے پہلے انکار کسی اور غالباً ملحدین سے بھی نہ ہو سکا۔[10]

مندرجہ بالا محققین کی روشنی میں عبداللہ چکڑالوی پہلے شخص تھے جنہوں نے انکارِ حدیث کیا اور فرقہ اہل قرآن کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد مولوی احمد الدین امر تسری اور پھر مولوی اسلم جیراج پوری نے اس فرقے کے نظریے کو آگے بڑھایا اور آخر میں غلام احمد پرویز نے اس فرقے کو باقاعدہ ایک منظم نظریہ اور مکتب کی شکل دے دی۔

برصغیر میں انکار حدیث کے علمبر دار

برصغیر میں موجود فتنہ انکار حدیث کے علمبر داروں میں مولوی محب الحق عظیم آبادی، تمنا عمادی، قمر الدین قمر، نیاز فتح پوری، سید مقبول احمد، علامہ مشرقی، حشمت علی لاہوری، مستری محمد رمضان گوجرانوالہ، محبوب شاہ گوجرانوالہ، خدا بخش، سید عمر شاہ گجراتی اور سید رفیع الدین ملتانی بھی شامل ہیں۔[11] ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے بھی حدیث سے انکار کیا مگر بعد ازاں نہ صرف رجوع کیا بلکہ حدیث پر ایک مدلل کتاب تاریخ حدیث کے نام سے لکھی۔[12]

---

[9] مودودی، سید ابو اعلیٰ، سنت کی آئینی حیثیت، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ۱۹۶۳ء، ص ۱۴

Maudūdī, Syed Abu Aʾla, Sunnat kī Āīnī Ḥaisīyat, Lāhore : Islāmīk Pablikēshanz Limiṭḍ,1963, P. 14

[10] ندوی، عبدالقیوم، فہم حدیث، کراچی: تاج کمپنی لمیٹڈ، س ن، ص ۱۳۸

Nadwī, Abd al-Qayyūm, Fahm al- Hadīth, Karāchī: Tāj Kampanī Limiṭḍ, Sanah [Year not .specified], P. 137

[11] کیلانی، عبدالرحمن، آئینہ پرویزیت، لاہور: مکتبہ اسلام، ۱۹۸۷ء، ص ۱۰۱

Kīlānī, ʿAbd al- Raḥmān, Āīnah-e Parwiīyat, Lāhore: Maktabah Islām, 1987, P.101

[12] برق، غلام جیلانی، تاریخ حدیث، لاہور: مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، ۱۹۸۸ء، ص ۲۵

Barq , Ghuām Jīlānī, Tārīkh al- Ḥadīth, Lāhore: Maktabah Rashīdīyah Limiṭḍ, 1988, P.25

انکار حدیث کے اسباب

کوئی بھی مسئلہ ایک وقت میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ابھرنے کے پیچھے بہت سے عوامل یا اسباب کار فرما ہوتے ہیں۔ ان عناصر کی نشاندہی کرنے کے لیے اس کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں کیونکہ کچھ اسباب اندر سے اور کچھ خارجی ہوتے ہیں پھر ہی کوئی مسئلہ اس قدر طویل ہوتا ہے۔

انکار حدیث کے داخلی اسباب

انکار حدیث کے داخلی اسباب میں چار اسباب اہم ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1۔خواہشات نفس کی پیروی

مذہب اسلام کو اختیار کرنے کے بعد انسان خود مختار اور آزاد نہیں رہتا بلکہ اسلام اسے قرآن و حدیث کے احکامات کا پابند کرتا ہے یہ طبیعت آزاد پسند شخص اور خواہشات کی پیروی کرنے والوں کو پسند نہیں آتی۔ جس کی وجہ سے وہ تذبذب کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلانا چاہتے ہیں اور پابندیوں سے آزادی کے خواہاں بھی ہیں لہذا وہ حدیث کا انکار کر دیتے ہیں اور صرف قرآن کو مانتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی صف میں شامل رہیں۔

مولانا ادریس کاندھلوی بھی انکار حدیث کی یہی وجہ بیان کرتے ہیں کہ منکرینِ حدیث کے انکارِ حدیث کی یہ وجہ نہیں کہ حدیث ہم تک معتبر ذریعہ سے نہیں پہنچی بلکہ انکارِ حدیث کی اصل وجہ یہ ہے کہ شریعت غزا اور ملت بیضا اور احادیث نبویہ اور سنن مصطفویہ قدم قدم پر شہوات نفس میں مزاحم ہیں۔ قرآن کیونکہ اصولی کتاب ہے لہٰذا اس کا انکار ممکن نہیں ہے اس لیے قرآن کو تو مان لیا جائے مگر اس کی تعبیرات جو احادیث یا صحابہ کے اقوال میں موجود ہیں ان سے صرفِ نظر کرتے
ہوئے من چاہی تفسیریا تاویلیں کر کے اس سے اپنے خواہشات کی تکمیل کر سکیں۔[13]

2۔کم علمی اور جہالت

برصغیر کے منکرین حدیث کے لٹریچر اور مطالعہ حدیث کے بارے میں ان کے خود ساختہ من گھڑت شبہات اور اعتراضات کو دیکھ کر اس چیز کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ وہ نہ تو علم حدیث پر عبور رکھتے ہیں اور نہ ہی علوم

---

[13] کاندھلوی، محمد ادریس، حجیت حدیث، لاہور: مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد، ۱۹۹۶ء، ص ۱۶

Kāndhlawī, Muḥammad Idrīs, Ḥujjat al-Ḥadīth, Lāhore: Maktabah ʿUthmānīah Baith al-Ḥamd, 1996, P.16

قرآنی کی گہرائیوں سے واقف ہیں۔اور نہ علم حدیث کے مستند مواخذ تک ان کی رسائی ہے جس کے نتیجے میں وہ احادیث پر اعتراضات کرنے لگتے ہیں۔اس بارے میں پیر محمد کرم شاہ ازہری بیان کرتے ہیں:

" جہاں تک میں نے منکرینِ حدیث کی کم علمی اور کم فہمی کا اندازہ لگایا ہے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان کا مطالعہ صرف چند نامکمل تراجم کتب حدیث تک محدود ہوتا ہے وہ اس سے قطعی ناواقف ہوتے ہیں کہ جو حکم ثابت ہے وہ فرض ہے یا سنت، جائز ہے یا مباح بلکہ انہوں نے تو احکام کے اس فرق کو بھی جاننے کی کوشش ہی نہیں کی، اس وجہ سے وہ تذبذب کا شکار رہتے ہیں اور اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتے ہیں اور اعتراضات شروع کر دیتے ہیں۔"[14]

3۔ عقل کو معیار بنانا

اسلام کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی اسلام میں کسی فرقے یا گروہ نے اپنے عقائد و نظریات کو داخل کرنا چاہا تو عقل کا سہارا لیا اور عقل کی برتری کو منوانے کی کوشش کی، چنانچہ دوسری صدی ہجری میں معتزلہ کے انکارِ حدیث کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے عقل کو برتری دی اور راہ راست سے بھٹک گئے اور ایسے امور میں بھی عقل کو ترجیح دی جن امور سے عقل عاجز ہے۔ مثلاً جو حدیث عقل کے معیار پر پوری نہیں اترتی اسے رد کر دیا۔ حالانکہ وحی عقل کی محتاج نہیں عقل وحی کی محتاج ہے اور اسے قدم قدم رہنمائی دیتی ہے۔ محمد ادریس فاروقی لکھتے ہیں:

"بعض حضرات نے تو حدیث کے مستند ہونے کے لیے عقل کی کسوٹی پر رکھنا ضروری قرار دیا ہے اگر وہ عقل اور سائنسی طرز فکر پر پوری نہیں اترتی تو اسے انکار کر دیتے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ انہوں نے کامل نبی ﷺ کو اپنی ناقص عقل سے کمتر مقام دیا۔ عام طور پر ہمارے انگریزی مفکرین نے بھی اسی اصول کو اپنایا ہے۔ حالانکہ عقل تو خام ہے پھر عقل میں تفاوت ہے کسی کی کم اور کسی کی زیادہ، ایسے لوگوں کی عقل پر مادیت کا غلبہ ہے۔ وہ اسلامی حدود و قیود سے ناآشنا ہیں ایسی عقل جو خود مطلق ہے وہ کیسے جانچ کی بنیاد بن سکتی ہے؟"[15]

---

[14] ازہری، محمد کرم شاہ، سنت خیر الانام، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۱۹۵۳ء، ص ۱۷۹
Āzāhrī, Muḥmmad Karam Shāh, Sunnat, Lāhore : Lāhore Pablikēshanz, 1953, P.179

[15] فاروقی، محمد ادریس، مقام رسالت، لاہور: مسلم پبلیکیشنز، ۱۹۷۰ء، ص ۱۶

4۔دنیاوی اغراض ومقاصد کا حصول

منکرین حدیث اوران کے پیشوا علمائے یہود محض دنیاوی اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے جان بوجھ کر کتمانِ حق بھی کرتے ہیں اور التباسِ حق وباطل بھی۔[16]

انکارِ حدیث کے خارجی اسباب

انکار حدیث کے خارجی اسباب درج ذیل ہیں۔

1۔برطانوی سامراج کی سازش

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریز برسر اقتدار آئے مسلمانوں نے چونکہ انگریزوں سے سخت مقابلہ کیا تھا اور انگریزوں کو ہر وقت مسلمانوں کی طرف سے مزاحمت کا بھی اندیشہ رہتا تھا اس لحاظ سے وہ مسلمانوں کو ہر طرف سے کچلنا چاہتے تھے لیکن ان کے راستے کی رکاوٹ مسلمانوں کی اپنے عقائد سے وابستگی اور ان کا آپس میں اتحاد تھا چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو دینی اعتبار سے کمزور کرنے کا ارادہ کیا۔ جس کے لیے سب سے پہلے مسلمانوں میں دینی فرقہ بندیاں کو ہوا دینے کے لیے کوششیں کی گیئں۔اور اپنے ایسے رجال تیار کیے جو دینی احکام میں مختلف فتنے پیدا کر رہے تھے۔ ان تمام فتنوں میں انکارِ حدیث اور فتنہ ختمِ نبوت سب سے زیادہ سنگین فتنے تھے انگریزوں نے ان فتنوں کی مکمل پشت پناہی کی۔اسی سلسلے کی ایک اور کڑی جب مغربی ممالک میں مسلمان ڈگریاں حاصل کر رہے تھے۔تو ان ملکوں میں موجود مستشرقین نے اسلام پر جتنے بھی اعتراضات اٹھائے وہ ان سے متاثر ہوئے اور جب ملک واپس آئے تو علماء سے تعلق اور اسلام کے بارے میں گہرا مطالعہ نہ ہونے کی وجہ سے مستشرقین کے اعتراضات ان کے دلوں میں گھر کر گئے۔انگریزوں نے جو سکول اور کالجوں میں ذہنوں کی تخم ریزی کی تھی اس کے درخت مضبوط اور بار آور ہو گئے ان درختوں کی قلمیں جہاں لگتی وہیں ملحدین اور زندیق پیدا ہوتے چلے گئے۔[17]

Fārooqī, Muḥammad Idrīs,Lāhor Muslim Pablikēshanz, 1970, P. 16

16 محمد قطب الدین، مظاہر حق شرح مشکوۃ شریف، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۴ء، ج۱، دیباچہ

Muḥammad qautab al- dīn, Maẓāir al- Ḥaq, Sharḥ Mishkāt al- Sharīf, Karāchī: Dār al-.Ishāaʿat, 1994, Juz' 1, Dībāchah

17 محمد عاشق الٰہی، فتنہ انکار حدیث اور اس کا پس منظر، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۶ء، ص ۷

Muḥammad Āshiq, Ilahī, Fitnah Inqār al Ḥadīth aur us kā pas-i-Manzār, Lāhore,: Idārah Islāmīyāt, 1969, P.7

2۔ مستشرقین کی خوشہ چینی

مستشرقین نے مسلمانوں کے بنیادی عقائد کو متزلزل کرنے کے لیے حدیث رسول اللہ کے بارے میں مختلف شکوک و شبہات اور بے بنیاد اعتراضات پیش کر کے حدیث پر مسلمانوں کے اعتماد کو اٹھانے کے لیے بھرپور کوششیں کیں۔ جس کے اثرات بر صغیر میں منکرین حدیث پر بھی پڑے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بر صغیر میں انکار حدیث کے فتنے کا ایک بڑا سبب مستشرقین کی حدیث رسول ﷺ کے خلاف علم فتنہ انگیزیاں ہیں۔ مثلاً اگر سپر نگر(Spreger) گولڈ زہر (Gold Ziher)، شاخت وغیرہ کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو آپ فوراً اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ منکرین حدیث کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات من و عن ہیں جو ان مستشرقین نے کیے ہیں۔[18]

انکارِ حدیث سے انکار کی روش صرف دوسری صدی ہجری اور تیرہویں صدی کے منکرین حدیث کے اغراض و مقاصد جن میں حدیث کے بارے میں شبہات و اعتراضات اور دلائل مختلف ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید قدیم صدی کے منکرین حدیث دین سے آزادی نہیں چاہتے تھے لیکن بر صغیر کے منکرین حدیث کی تحریروں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کا مقصد الحاد و لادینیت کا فروغ اور دین سے چھٹکارا اور خود مختاری حاصل کرنا ہے۔ دشمنانِ رسول ﷺ کا مقصد صرف انکارِ حدیث تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ اسلام کے سارے نظام کو مسخ کر کے ہر امر و نہی سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔

انہی لوگوں نے حقائق کی بجائے تمثیلات سے باور کروانے کی جسارت کی جس میں اللہ تعالیٰ کی صفات، ملائکہ، شیاطین، جنت و دوزخ، معجزات سے انکار، قیامت، نمازوں کے اوقات، رکعات، حج کے مناسک، روزہ، زکوۃ، ازدواجی معاملات، تجارت کے قوانین، معاشرت کے قوانین، اور غرض تمام عقائد و احکام اور اسلامی مسلمات سے واضح انکار کر دیا۔ اور خود سے تاویلات پیش کی ان میں سر سید احمد خان کی شخصیت بھی شامل ہے۔ گو سر سید احمد خان بڑے مفکر داعی اور مبلغ تھے لیکن وہ ایک متنازعہ شخصیت کے طور پر بھی سامنے آتے ہیں۔ بر صغیر پاک و ہند میں سر سید پہلے شخص تھے جنہوں نے حدیث کی حجیت کے لیے مختلف طریقوں سے انکار کیا اس کے بعد مختلف شخصیات

---

[18] قادری، پروفیسر عبدالغنی، ریاض الحدیث، لاہور: اکیڈیمک پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۹ء، ص ۱۵۹

Qādrī, Professor ʿAbd al- Ghanī, Riyāḍ al Ḥadīth, Lāhore: Akīḍamīk Printing Press, 1969, P. 159

گزری جن کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ دور حاضر میں غلام پرویز کے بعد جناب جاوید غامدی جیسے افراد نہایت تیاری کے ساتھ ملفوف طریقوں سے حدیث کی حجیت اور تاریخ کی صحت سے انکار کر رہے ہیں کبھی وہ حدیث اور سنت میں فرق پیدا کرتے ہیں تو کبھی کہتے ہیں کہ حدیث سے دین کا کوئی عقیدہ عمل اور حکم ثابت نہیں ہوتا۔ کبھی بہانہ بناتے ہیں کہ سنت خبر واحد سے ثابت نہیں ہو سکتی اس کے لیے تواتر شرط ہے۔ غرض وہ مختلف حیلے بہانے بنا کر حدیث کی اہمیت کو گھٹانے اور دین سے خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے علماء سب سے پہلے حدیث رسول ﷺ کی اہمیت کو واضح طور پر بیان کریں اس کے لیے وہ سوشل میڈیا کا بھی استعمال کر سکتے ہیں اور اس کے فوائد سے آگاہی دلائیں اور قرآن کے ذریعے ثابت کر کے نئی نسل کو دلائل کی روشنی میں سمجھائیں کہ اگر حدیث کو قرآن سے الگ کر دیا جائے تو قرآن کی حجیت حدیث سے اور حدیث کی حجیت قرآن سے جو عقیدہ اور احکام واضح ہوتے ہیں وہ بے مقصد رہ جائیں گے اور اس سلسلے میں محدثین کرام نے جو نمائندہ اصول متعارف کروائے ہیں۔ جو کہ بہترین ہے اگر ان تمام اصولوں پر احادیث کا استدلال مکمل ہوتا ہے تو وہ مستند ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ کریم ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے جو ایسے فتنوں کو بھڑکانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ بے شک سب سے
بہترین دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

(ب) مطالعہ استغراب کا رجحان

استغراب

وہ علم جس میں مغرب (امریکہ اور یورپ) کا اقتصادی، قانونی، تاریخی، جغرافیائی، اقتصادی، سیاسی، ثقافتی تمام پہلوؤں کا مطالعہ کیا جائے۔ برصغیر میں برطانوی حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد جب سر سید نے دور اندیشی سے سوچتے ہوئے ہندوستان کی عوام کو انگریز حکومت کے خلاف کھڑے ہونے کی بجائے ان کی سرپرستی میں کام کرنے کے لیے ابھارا۔ سر سید کا فیصلہ بالکل موقع کی نسبت سے بہترین تھا کیونکہ نہ ہندوستانی عوام یعنی مسلمانوں کے پاس نہ وسائل تھے اور نہ ہی طاقت کہ وہ برطانوی حکومت کے خلاف کھڑے ہو سکیں۔ اس کے لیے سر سید نے عوام کو مغربی علوم کو سیکھنے کی طرف توجہ مبذول کروائی اور کہا سب سے پہلے جدید تعلیم حاصل کرو۔ اس کے لیے سب سے پہلے انگریزی کو ذریعہ تعلیم بناؤ۔ اس سے پہلے سر سید نے ایک سائنٹیفک سوسائٹی کا قیام عمل میں لا کر مغربی کتابوں کے اُردو میں تراجم کروائے تاکہ ہندوستانی عوام اپنی زبان میں ان علوم سے آگاہی حاصل کریں اور یہ جانیں کہ کس طرح یورپی اقوام نے ترقی کی منازل طے کی ہیں لیکن پھر جلد ہی سر سید احمد خان نے اس بات کو محسوس کیا کہ ہمیں ان کے

بنیادی ماخذ سے استفادہ کے لیے ان کی زبان سیکھنی ہوگی اور ان کے ذریعہ تعلیم اور باقی جدید علوم سے واقفیت حاصل کرنی ہوگی، اور اسی نظریے سے سرسید نے خود بھی یورپ کا سفر کیا۔ وہاں کے کالجز، سکول، ہسپتال اور صنعتی میدان، یونیورسٹیاں اور بینک کے نظام وغیرہ کا جائزہ خود لیا اور ان کے نظام کو سراہا جس میں جدید طرز تعمیر کی بھی نمود و نمائش تھی۔ واپس آکر ہندوستانی قوم کو ان کے طریقوں کو اپنانے کے لیے درس دیا۔ جس میں خاص طور پر جدیدیت کا لفظ یعنی عقل کو امام تصور کرنے کو کہا۔

مستشرقین نے جس طرح سے استشراقی پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ مشرق میں اس طرح سے استغراب کی اصطلاح کو استعمال نہیں کیا گیا۔ گو آغاز سرسید احمد خان نے ہی کیا یعنی جہاں وہ نیچریت کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ وہیں پر استغراب کے مطالعہ کی بنیاد بھی سرسید احمد خان نے رکھی۔ لیکن اس لفظ کی اصطلاح باقاعدہ طور پر بیسویں صدی نصف میں استعمال ہونا شروع ہوئی۔ سرسید احمد خان سے مشرق نے مغرب کے مطالعے کا آغاز کر دیا اور اسی طرح سے آگے آنے والوں نے اس رجحان کو مزید ترقی دی۔ سرسید کے زمانے میں اس اصطلاح کو جدیدیت کی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا گیا۔ جدیدیت جس کا ماخذ مغربی فکر و فلسفہ ہے لیکن یہ اصطلاح سے زیادہ ایک خاص رویے اسلوب زندگی کے طور طریقے اور ایک خاص فکر و نظر کا نام ہے۔ جس میں عقل کو اولیت دی جاتی ہے اور تمام چیزوں کو صرف اور صرف عقل کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ذات خداوندی کو بھی۔ مغرب کی زندگی مادی ذرائع کا حصول اور ترقی کا منبع ہے۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اعلیٰ تعلیم اور تربیت یافتہ لوگ آگے بڑھ کر قوم کی نمائندگی کریں اور ان رسم و رواج اور مظاہر کی واضح نشاندہی کریں جو اپنی اصل میں مغربی و فکر و تہذیب پر مبنی ہیں اور اپنی روح میں غیر اسلامی ہیں تاکہ ان کی یہ حیثیت عوام و خاص پر واضح ہو جائے اور جو لوگ اسلامی فکر و نظر کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں وہ مغربی افکار کو اپنی زندگیوں سے خارج کریں اور ہر معاملے میں اللہ کی کتاب کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں اور حضرت محمد ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں۔[19] آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اسلام پر چلنے اور کفار و مشرکین کی پیروی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[19] محمد امین، ڈاکٹر، اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش: ایک تجزیہ ایک مطالعہ، لاہور: دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۱۱۷-۱۱۹

Muḥammad Amīn, Ḍākṭar, Islām aur Tahdhīb-i-Maghrib Kī Kashmakash: Ek Tajzīah, Ek Muṭālah, Lāhore: Dā"irah Ma'ārif Islāmīyah,[Year not confirm],P.117-119

(ج)اساسیات و مسلمات دین کی تشریح وتاویلات

برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں مختلف علوم وفنون میں ایسی اعلیٰ اور نادر شخصیات پیدا ہوئیں کہ دنیا کے کسی اور خطہ ارض پر کم ہی اس کا نظارہ کیا ہوگا۔ انہی شخصیات میں سے ایک اہم شخصیت سر سید احمد خان کی بھی ہے۔ جس نے زبان وادب تعلیم سیاست صحافت اصلاح قومی کی تاریخ میں روشن اور گہرے نقوش ثبت کیے۔ گو کہ سر سید احمد خان ایک قابل تعریف شخصیت ہیں آپ نے جہاں بہت سے کارنامے انجام دیے وہاں پر آپ سے کچھ غلطیاں بھی ہوئیں۔ جن میں ان کے مذہبی عقائد زیادہ تنقید کا نشانہ بنے۔ سب سے کم تنقید ان کے تعلیمی افکار اور سیاسی نظریات پر کی گئی۔ انگریز دور کے حالات کی سنگینی کے پیش نظر سر سید احمد خان یہ سمجھ گئے کہ وہ ان کا طاقت کے ذریعے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا سوچیں گے بھی تو وہ بالکل تہس نہس ہو جائیں گے اس لیے سر سید نے اس وقت ہندوستانی اقوام کو مشورہ دیا کہ برطانوی حکومت سے تعلقات خراب کرنے کی بجائے ان کی تابعداری کرتے ہوئے ان کی سرپرستی اور وفاداری میں جدید علوم سے آراستہ ہوں۔ تاکہ ان کی ترقی کی طرح راہ پر گامزن ہو سکیں۔

ان سب مقاصد کے لیے سر سید نے عیسائیوں کے ساتھ مفاہمت کی راہ اختیار کرنے کے لیے قرآن کی تشریح وتاویلات اس طرح سے کی کہ قرآن میں جو معلومات وحی اور عقائد جیسے معاملات پر مبنی ہیں ان کو اگلے پیمانے پر ثابت کرنے اور قرآن میں بائبل کے ساتھ منسلک کرنے کے لیے ایسی تاویلات پیش کی جو واضح طور پر اسلامی مسلمات سے انکاری ہیں۔ یہ سب کارنامے سر سید احمد خان کے دور سے شروع ہوئے۔ سر سید احمد خان نے اور ان کے بعد کے پیروکاروں نے اپنے دور میں ایک دوسرے سے بڑھ کر اساسیات مسلمات سے انکار کیا ہے۔ سر سید نے جو اپنے دور میں اسلامی مسلمات میں تحریف کی اور ان کے مذہب کو نیچیریت کا نام دیا گیا۔

خدا کے بارے میں عقائد

سر سید احمد خان لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ اس کا پسندیدہ دین اسلام ہے مگر سر سید اس پر راضی نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ جو ہمارے خدا کا مذہب ہے وہی ہمارا مذہب ہے۔ خدا نہ ہندو ہے نہ مسلمان نہ مقلد، نہ لامذہب، نہ یہودی اور نہ ہی عیسائی ہے وہ تو پکا چھٹا ہوا نیچری۔ نیچر خدا کا فضل ہے اور مذہب اس کا قول اور سچے خدا کا قول اور فعل کبھی مخالف نہیں ہو سکتا اس لیے ضروری ہے کہ مذہب اور نیچر متحد ہوں۔[20]

[20] لاہوری، ضیاء الدین، خود نوشت (افکار سر سید)، لاہور: جمعینہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص ۵٦

نبوت کے بارے میں عقائد

نبی کی تعریف علم عقائد کی کتابوں میں یہ کی گئی ہے "نبی وہ مرد ہے جسے اللہ تعالی نے مبعوث کیا احکام کی تبلیغ کے لیے "لیکن سر سید ان کے بارے میں کہتا ہے کہ نبوت ایک فطری چیز ہے ہزاروں قسم کے ملکات انسانی ہیں۔ اکثر اوقات کسی خاص انسان میں کوئی خاص ملکہ ایسا قوی ہوتا ہے وہ اس کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے جیسے کہ لوہار بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہوتا ہے شاعر بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر اور طبیب بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے۔[21]

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کے متعلق نازیبا الفاظ

"حج میں بڈھے (ابراہیم ع) خدا پرست کی عبادت کی یادگاری میں قائم ہوا تھا اس لیے اس کو اسی طرح اسی لباس میں ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا اور محمد ﷺ نے اس تہذیب کے زمانے میں بھی اسی وحشیانہ صورت اور وحشیانہ انداز میں عبادت کی یادگار کو قائم رکھا۔"[22]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نظریہ

سر سید کا کہنا ہے کہ اگر موسیٰ کو کوئی ٹرگنا میٹری قاعدہ نہ آتا ہو اور اس کے بیان میں غلطی کی ہو تو اس کی نبوت اور صاحب وحی ہونے میں کوئی نقصان نہیں کیونکہ وہ ٹرگنا میٹری کا ماسٹر نہیں وہ ان امور میں تو ایسا نہ واقف تھا کہ ریڈ سی (red sea) کے کنارے سے کنعان تک کے جغرافیہ کو بھی جانتا تھا اور یہی بات اس کے نبی ہونے کی دلیل تھی۔[23]

Lāhoreī, Ẓiyāʾ al-Dīn, Khud Nūshāsht (Afkār Sir Sayyid), Lāhore : Jamīn'ah Publictions, 2010, P.56

21 احمد خاں، سر سید، تفسیر القرآن وھو الھدیٰ والفرقان، لاہور، رفاہ سٹیم پریس، ۱۹۳۱، ج ۱، ص ۲۳۔۲۴

Aḥamd Khān, Sir Sayyid, Tafsīr al- Qurʾān wa Huwa al Hudʾa wa al- Furqān, Lāhore: Rafāh Steam Press, 1931, Jild :1, P 23,24

22 ایضاً، ج ۱، ص ۳۰

Ibid, Jild:1, P: 30

23 پانی پتی، مولانا اسماعیل، مقالات سر سید، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ج ۱۳، ص ۳۹۶

Pānīpatī, Maulānā Ismāīl, Maqālāt Sir Sayyid, Majlis Tarraqī Adab, Lāhore, 1962, P: 396

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نقطہ نظر

تمام ملت اسلامیہ اس بات تک متفق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے مگر سر سید کا کہنا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا قرآن سے بغیر باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں۔ حسب قانون حضرت مریم اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئیں۔[24]

حضور اقدس ﷺ کے بارے گستاخی کا انداز

سر سید کے مطابق ایک یتیم بچہ جو بن باپ کے پیدا ہوا اور نہ ہی اپنی ماں کی محبت کا مزہ چکھا۔ اس نے ریگستان میں اپنے ارد گرد کے ماحول میں سوائے اونٹ کے چرنے والے اور لات و منات بتوں کو پکارنے کی آواز کے کچھ نہ سنا۔ لیکن ان سب باتوں سے وہ خود کبھی نہ بھٹکا۔[25]

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں نظریہ

سر سید کی نظر میں حضرت خضر کا نام ایک فرضی نام ہے جو کہ حضرت موسیٰ کے اصلی واقعات کے ساتھ قصوں میں شامل کر لیا گیا ہے۔[26]

معجزات سے انکار

سر سید نے تمام معجزات کا صاف انکار کر دیا اور قرآن کی معجزات کے سلسلہ میں ایسی تاویلیں پیش کی کیونکہ معجزات کو انسانی عقل تسلیم نہیں کرتی۔ سر سید کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالنے اور زندہ سلامت باہر نکلنے کے معجزے کے بارے میں کہتے ہیں آگ میں ڈالے جانا اور صحیح حالت میں باہر نکل آنا قرآن مجید کی کسی آیت سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔[27]

---

24 پانی پتی، مولانا اسماعیل، مکتوبات سر سید،، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۶، ج ۲، ص ۱۰۶

Pānīpatī, Maulānā Ismāīl, Maktūbāt Sir Sayyid , Majlis Tarraqī Adab, Lāhore, 1962, P: 396

25 احمد خاں، سر سید، تفسیر القرآن وھوالھدیٰ والفرقان، رفاہ سٹیم پریس، لاہور، ج ۱، ص ۱۹

Aḥamd Khān, Sir Sayyid, Tafsīr al- Qurʾān wa Huwa al Hudʾa wa al- Furqān, Lāhore: Rafāh Steam Press, 1931, Jild :1, P 19

26 ایضاً، ج ۱، ص ۲۰

Ibid, Jild:1, P: 20

27 پانی پتی، مولانا اسماعیل، مقالات سر سید، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ج ۸، ص ۲۰۶۔۲۰۸

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے اس خیال سے کہ وہ لکڑی سانپ ہے اپنی لاٹھی پھینکی وہ ان کو سانپ یا اژدہا دکھائی دیا حالانکہ وہ لکڑی لکڑی ہی تھی یہ سب موسی علیہ السلام کو اپنے خیال میں نظر آیا لکڑی میں کچھ بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔[28]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مٹی سے پرندے بنانے کے معجزے کے بارے میں سرسید انکار کرتے ہیں کہ حضرت عیسی بچپنے میں لڑکوں کے ساتھ مٹی کے برتن بنا کر کھیلتے تھے ایسے ہی وہ بھی کھلونے بنا کر خیال کرتے ہوں گے کہ اللہ ان میں جان ڈال دے گا اور سرسید کا کہنا ہے کہ قرآن نے اس واقعے کو بھی اس طرح بیان کیا ہے جیسے یہ کوئی امر وقوعی یعنی واقعی امر نہ تھا بلکہ حضرت مسیح کا محض خیال تھا۔[29] اسی طرح وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں کو زندہ کرنے کے معجزے کا بھی انکار کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے معراج کے معجزے کو بھی محض حضور ﷺ کے خواب سے تعبیر کرتے ہیں اور چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ سے بھی منکر ہیں ان کا کہنا ہے شق القمر کا ہونا محض غلط ہے۔[30]

قرآن کے بارے میں معجزہ ہونے کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو ایک فصاحت وبلاغت والی کتاب سمجھنا سراسر غلط فہمی ہے۔ ہم نے قرآن میں سے کسی بھی آیت میں ایسا حکم نہیں پایا اور نہ ہی قرآن میں ناسخ و منسوخ کا کوئی ثبوت ہے۔[31]

Pānīpatī, Maulānā Ismāīl, Maqālāt Sir Sayyid, Majlis Tarraqī Adab, Lāhore, 1962,Jild :8, P: 206 - 209

[28] ایضاً، ج ۱۳، ص ۱۷۱

Ibid, Jild:13, P: 171

[29] ایضاً، ج ۲، ص ۵۹

Ibid, Jild:2, P: 59

[30] پانی پتی، مولانا اسماعیل، خطبات سرسید، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ج ۲۔ ص ۴۲۷

Pānīpatī, Maulānā Ismāīl, Maqālāt Sir Sayyid, Majlis Tarraqī Adab, Lāhore, 1973,Jild :2, P: 427

[31] احمد خاں، سرسید، تفسیر القرآن وھوالھدیٰ والفرقان، رفاہ سٹیم پریس، لاہور، ج ۱، ص ۱۴۳

Aḥamd Khān, Sir Sayyid, Tafsīr al- Qurʾān wa Huwa al Hudʾa wa al- Furqān, Lāhore: Rafāh Steam Press, 1931, Jild :1, P: 143

فرشتوں کے بارے میں انکار

سر سید کے عقیدے کے مطابق جن فرشتوں کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں بلکہ خدا کی بے انتہا قوتوں کو جو خدا نے اپنے تمام مخلوق میں مختلف قسم کی انوار پیدا کی ہیں انہیں ملک یا ملائکہ کہتے ہیں۔[32]

اس کے نقطہ نظر کے مطابق سر سید حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وجود کو بھی نہیں مانتے جو کہ وحی لے کر آتے ہیں۔ جبرائیل کوئی فرشتہ نہیں بلکہ یہ ایک قوت کا نام ہے جو ہر نبی کے اندر ہوتی ہے۔[33]

جنات کے بارے میں عقائد

سر سید کے خیال میں جس طرح سے مسلمانوں نے جنوں کی مخلوق کو تسلیم کیا ہے ایسی مخلوق کا کوئی وجود قرآن سے ثابت نہیں ہے۔[34] اسی طرح سے شیطان کے بارے میں سر سید کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اصل میں ایسی کوئی جدا مخلوق نہیں ہے بلکہ یہ انسان میں موجود ایسی قوت ہوتی ہے جو اس کو شر کی طرف لے جاتی ہے اسے شیطان کہتے ہیں۔[35]

عذاب قبر کے بارے میں نظریہ

سر سید عذاب قبر کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ قبر میں گنہگاروں کی نسبت سانپوں کا لپٹنا اور کاٹنا بیان کیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد انسان کی روح کی کیفیت ہے کہ جس طرح دنیا میں انسان

---

[32] ایضاً، ج ۱، ص ۴۲

Ibid, Jild:1, P: 42

[33] ایضاً، ج ۱، ص ۱۳۰

Ibid, Jild:1, P: 42

[34] لاہوری، ضیاء الدین، خود نوشت (افکار سر سید)، لاہور: جمعینہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص ۷۰

Lāhoreī, Ẓiyāʾ al-Dīn, Khud Nūshāsht (Afkār Sir Sayyid), Lāhore : Jamīn'ah Publictions, 2010, P.70

[35] پانی پتی، مولانا اسماعیل، مقالات سر سید، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ج ۲، ص ۸۰

Pānīpatī, Maulānā Ismāīl, Maqālāt Sir Sayyid, Majlis Tarraqī Adab, Lāhore, 1962,Jild :2, P: 80

کو سانپ کے کاٹنے سے دکھ ہو گا اسی طرح کے مایوسی اور تکلیف کے احساسات ہوں گے اور عام لوگ اس کو واقعی سانپ سمجھ لیتے ہیں۔[36]

امام مہدی کے بارے میں رائے

سر سید کا کہنا ہے بہت سے قصوں کی طرح مسلمانوں میں ایک قصہ قرب قیامت امام مہدی کے ظہور کا ہے اس قصے کے ضمن میں بہت سی احادیث مذکور ہیں مگر اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ تمام حدیثیں جھوٹی اور مصنوعی ہیں۔[37]

صور سے متعلق رائے

صور کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تمام علمائے اسلام صور کو ایک شے، موجود فی الخارج اور اس کے لیے پھونکنے والے فرشتے کے ہونے کا یقین کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کا بھی یہی اعتقاد ہے مگر جن عالموں کی نیچیریت کی رائے نہیں ان کے خیال میں ان سب باتوں سے انکار کرتے ہیں۔[38]

دیدارِ الٰہی کے بارے میں نظریہ

سر سید کا خیال ہے کہ اللہ کا دیکھنا نہ ہی اس دنیا میں ممکن ہے اور نہ ہی دل کی آنکھوں سے اور نہ ہی قیامت کے بعد کوئی بھی شخص اللہ کو دیکھ سکے گا۔[39]

---

36 تھانوی، اشرف علی، تہذیب الاخلاق، تالیفات اشرافیہ، بہاولنگر، ۱۹۸۱ء، ج ۲، ص ۱۶۵

Thānawī, Ashraf ʿAlī, Tahdhīb al-Akhlāq, Taʾlīfāt Ashrāfīyah, Bahāwalnagar, 1981, Jild:2, P:165

37 پانی پتی، مولانا اسماعیل، مقالات سر سید، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ج ۶، ص ۱۲۱

Pānīpatī, Maulānā Ismāīl, Khuṭabāt Sir Sayyid, Majlis Tarraqī Adab, Lāhore, 1962,Jild :2, P: 121

38 ایضاً، ج ۱۳، ص ۲۸۲۔۲۸۳

Ibid, Jild:13, P: 286-283

39 احمد خاں، سر سید، تفسیر القرآن وھوالھدیٰ والفرقان، رفاہ سٹیم پریس، لاہور، ج ۱، ص ۱۴۳

Aḥamd Khān, Sir Sayyid, Tafsīr al- Qurʾān wa Huwa al Hudʾa wa al- Furqān, Lāhore: Rafāh Steam Press, 1931, Jild :1, P: 143

روزے کے بارے میں نظر و فکر

سر سید اس میں سختی کے قائل نہیں ان کا کہنا ہے کہ جس شخص کو روزہ رکھنے میں کوئی تکلیف محسوس ہوتی ہے تو وہ روزہ نہ رکھے جو آسانی سے رکھ سکتا ہے وہ رکھ لے جو نہ رکھے وہ فدیہ دے۔[40]

شراب کے بارے میں نظریہ

شراب کے بارے میں سر سید اس بات پر قائل ہیں کہ جب تک شراب کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس وقت تک تمام انبیاء کرام اور صحابہ اس کے مرتکب تھے۔[41]

مسیحیت کے بارے میں نقطہ نظر

مسیحیت کے متعلق سر سید کا خیال تھا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں محبت پیدا ہونی چاہیے یہ سر سید کی خواہش بھی

تھی وہ سمجھتے تھے کہ اگر کوئی فرقہ مسلمانوں کا دوست ہو سکتا ہے تو وہ عیسائیت ہی ہے۔[42]

مسلمانوں کو ہندو کہہ کر بلانے میں نقطہ نظر

سر سید کا ماننا ہے کہ مسلمانوں کو ہندو کہا جا سکتا ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں جس طرح آریا لوگ ہندو کہلائے اسی طرح سے ہندوستان رہنے والے مسلمان بھی ہندو کہلا سکتے ہیں۔[43]

---

[40] پانی پتی، مولانا اسماعیل، مقالات سر سید، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ج ۱۵، ص ۳۹۰

Pānīpatī, Maulānā Ismāīl, Maqālāt Sir Sayyid, Majlis Tarraqī Adab, Lāhore, 1962,Jild :15, P: 390

[41] لاہوری، ضیاء الدین، خود نوشت (افکار سر سید)، لاہور: جمعینہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص ۱۵۵

Lāhoreī, Ẓiyā᾿ al-Dīn, Khud Nūshāsht (Afkār Sir Sayyid), Lāhore : Jamīn'ah Publictions, 2010, P.155

[42] پانی پتی، مولانا اسماعیل، مکتوبات سر سید،، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۶ء، ج ۱، ص ۳

Pānīpatī, Maulānā Ismāīl, Maktūbāt Sir Sayyid , Majlis Tarraqī Adab, Lāhore, 1962, P: 3

[43] پانی پتی، مولانا اسماعیل، مقالات سر سید، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ج ۱۵، ص ۴۱

Pānīpatī, Maulānā Ismāīl, Maqālāt Sir Sayyid, Majlis Tarraqī Adab, Lāhore, 1962,Jild :15, P: 41

ایصال ثواب کرنے کے بارے میں رائے

سر سید نے ایصال ثواب کے عمل کو بے جا قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مالی عبادت کا ثواب جب کسی زندہ یا مردہ کے لیے قرار دیتے ہیں یہ سب بے جا ہے اس طرح کا عمل کسی کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔[44]

مرزا قادیانی کے بارے میں خیالات

سر سید احمد خان کا خیال ہے کہ ہمیں بھی مرزا صاحب کی طرح زیادہ کوشش کرنی چاہیے جس طرح کہ انہوں نے اسلام کے لیے کی۔ جیسے ایک بزرگ زائد کا احترام لازمی ہے اسی طرح سے مرزا قادیانی کا ادب بھی نیکی کے زمرے میں آتا ہے۔[45]

انگریز حکومت کی دل پسندی

اگرچہ ہندوستان کی حکومت حاصل کرنے کے لیے انگریز حکومت کو بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑی۔ مگر انہوں نے یہ اقتدار دھوکے سے حاصل نہیں کیا۔ بلکہ ہندوستان کو ایسے حاکموں کی ضرورت تھی اور اس ضرورت کے پیش نظر انگریز حکومت حاکم بن گئی۔[46]

اسی طرح کے دوسرے معاشی سماجی معاملات جیسے سود خوری قربانی حج کے مناسک شعائر اسلام قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اسی طرح کے دوسرے معاملات جو کہ ہمارے دین اسلام کی اساسیات و مسلمات جن پر ہر مسلمان کا ماننا ضروری ہے ان سب سے سر سید نے انکار کیا اور اسی طرح سے مرزا قادیانی نے ان سب باتوں میں مزید اضافہ کیا۔ اس کے بعد نیچری طبقے کا باقاعدہ ایک دبستان شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔

نیچری فرقے کا بانی سر سید احمد خان تھا سر سید نے خود ۱۵ پاروں پر تفسیر لکھی۔ بقول سر سید احمد خان کے یہ تفسیر میں نے اپنی طاقت کی بقدر لکھی ہے اور قرآن کو خود ہی سمجھا اور عقل کے مطابق اس کی تفسیر و تاویل کی ہے۔ سر

---

[44] لاہوری، ضیاء الدین، خود نوشت (افکار سر سید)، لاہور: جمعینہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص ۱۵۵

Lāhoreī, Ẓiyā᾽ al-Dīn, Khud Nūshāsht (Afkār Sir Sayyid), Lāhore : Jamīn'ah Publictions, 2010, P.155

[45] احمد خاں، سر سید، خطوط سر سید، بدایوں، انڈیا: نظامی پریس، ۱۹۳۱ء، ص ۱۲۶

Aḥmad Khān, Sir Sayyid, Khuṭūṭ, Sir Sayyid, Badāyūn: Hindīyah Naẓamī Press, 1931, P: 126

[46] حالی، الطاف حسین، حیات جاوید، لاہور: بکب ٹاک، ج ۲، ص ۲۴۱-۲۴۲

Ḥālī, Alṭāf Ḥusayan, Ḥayāt Jāvīd, Lāhore: Buk Tāk, Jild:2, P: 241,242

سید نے اپنی معتزلی سوچ کے مطابق دین اسلام کو عقل کے پیمانے پر رکھ کر اسلام کی اساسیات اور مسلمات سے انکار کر دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ عام مسلمان کے ساتھ ساتھ علماء بھی ان کی تحریک کا شکار ہوئے۔ سر سید کے مذہبی خیالات اسلامی روایات اور جمہور علماء کے بالکل خلاف تھے اور مزید سب کے ذہنوں میں تھا کہ سر سید جن مذہبی اعتقادات کے قائل ہیں انہی عقائد کے مطابق علی گڑھ میں بھی تعلیم دی جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا علی گڑھ ادارے میں کبھی بھی سر سید کے نظریات کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بلکہ وہاں پر روایتی علماء ہی شعبہ اسلامیات میں درس وتدریس کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ سر سید کے بارے میں اکثر یہ خیال آتا ہے ہندوستان میں آج بھی ان کے عقائد کو لے کر یہ بحث جاری ہے کہ کیا سر سید نے بھی قرآن وحدیث پر اپنی عقل کو ترجیح دی؟ اور کیا سر سید بھی دوسرے غلام احمد قادیانی تھے؟ جنہوں نے دعویٰ نبوت کیے بغیر ہی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا کام شروع کیا۔ سر سید احمد خان کو اب انہی سوالوں کے سبب سر سید کی زندگی میں ہی ان کی مخالفت شروع ہوگئی تھی۔ سر سید کے سامنے اسلام کی تقریبا 12 سو سال کی تاریخ تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے کسی بھی قسم کے مذہبی عقائد اور احکامات کو سمجھنے کے لیے اس کا سہارا نہیں لیا اور اپنی الگ ہی راہ نکال لی۔ آپ کی انہی باتوں اور عادات کی وجہ سے آپ کے رفقاء نے بھی آپ پر اعتراضات کیے۔ سر سید نے تفسیر لکھنے کے لیے جو اصول تحریر کیے وہ علماء امت کے مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں۔ سر سید کے نظریات پر جن علماء نے سب سے زیادہ اعتراضات کیے ان میں دیوبند کے معروف عالم دین مولانا اشرف علی تھانوی، اعلیٰ حضرت امام رضا بریلوی، مولانا یوسف بنوری، مولانا انور شاہ کشمیری شامل ہیں۔

سر سید نے پرانی آیات کو جدید تصورات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے متفق علیہ تفسیری اصولوں کو بالکل نظر انداز کر دیا وہ مغربی تہذیب و معاشرت سے اس قدر مرعوب ہوگئے تھے کہ انہوں نے مسلمہ اسلامی ضابطوں کی الگ ہی تشریح کر ڈالی۔ ان کا نقطہ نظر بالکل مادی ہو گیا۔ سر سید نے دین کا بنیادی ماخذ صرف قرآن کو قرار دیا باقی تین ماخذ حدیث اجماع اور قیاس وغیرہ کا رد کر دیا۔ علماء کرام نے سر سید کے نظریاتی اصولوں کو رد کر دیا مگر سر سید کے بعد ان کے مقلدین جن میں اہم مولوی چراغ علی سید امیر علی اسلم جراج پوری محمد علی لاہوری غلام احمد پرویز جیسے اہل علم نے ان کے نظریات میں مزید اضافہ کر کے عروج تک پہنچایا۔[47] سر سید کے بارے میں تمام علماء کرام نے فتوی دینے

---

[47] ندوی، ابوالحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کش مکش، کراچی: ادارہ نشریات اسلام، س ن، ص ۹۹

Nadwī, Abū al-Ḥasan ʿAlī, Muslim Mamlak men Islām aur Maghribīyat Kī Kashmaksh, Karāchī: Idārah Nashrīyāt Islam, [Ṣan],P:99

شروع کر دیے۔ سر سید احمد خان اپنے سیاسی سماجی اور مذہبی نظریات و تصورات کے سبب ایک متنازع شخصیت بھی تھے اور قوم کی ترقی کے معمار بھی۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License